

باسمہ تعالیٰ
النَّفْعُ الْعَیْمُ فِي أَقْوَالِ الْكَلِيمِ
یعنی
مخدومی حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب مظلہ العالی
جانشین محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کے
ملفوظات عالیہ

مُسمًی بہ
جَوَاهِرِ حِکْمَتِ

مرتب
مولانا محمد عبد القوی

نائب ناظم مقامی مجلس دعوت الحق حیدرآباد

ناشر

ادارہ اشرف العلوم
حیدرآباد

اِبْتِدَائِیَّہ

بہ قلم برادر معظم مفتی محمد عبدالمنعنی صاحبِ مظلہ

مجی مشفق حضرت حکیم کلیم اللہ صاحبِ مظلہ سے طالب علمی ہی کے زمانے سے مجھے عقیدت و محبت ہے؛ خود حضرت والا بھی اُسی زمانے سے اس ناکارہ کے ساتھ محبت، شفقت اور احسان کا معاملہ فرماتے رہے ہیں، اور آج بھی ان کی محبت و شفقت برابر جاری ہے؛ جب مجھے معلوم ہوا کہ حیدرآباد تشریف لارہے ہیں تو بہت خوشی ہوئی، ایرپور ٹ پھونچ کر استقبال کیا تو ملاقات کرتے ہی اپنے قدیم مشفقانہ انداز سے اس طرح مسکرایا کہ دل باغ باغ ہو گیا، دورانِ قیام مجالس میں شرکت کرتا رہا، اور والد بزرگوار کی عیادت کے لئے جب گھر تشریف لائے تو گھر میں جمع مستورات سے خطاب کرنے کی درخواست کی، حضرت والا نے قبول فرمایا اور مفید نصیحتوں سے نوازا۔

ان نصائح و ملفوظات میں عجیب تاثیر محسوس ہوئی تو اسی وقت خیال ہوا کہ افادہ عام کی خاطر اس کی طباعت و اشاعت کی جانی چاہیے؛ برادر عزیز مولوی حافظ محمد عبدالقوی سے خیال ظاہر کیا تو الحمد للہ انہوں نے اس سفر کے اکثر ملفوظات وارشادات کو جمع کر کے بہتر انداز میں مرتب کر دیا، یہ ملفوظات عوام و خواص سب ہی کیلئے نہایت نافع اور مفید ہیں، جو مقامی مجلس دعوت الحق حیدرآباد کی جانب سے حضرت حکیم صاحبِ مظلہ کی تحریری اجازت کے بعد شائع کئے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہم سب کو استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

محمد عبدالمنعنی مظاہری عنہ

یکم/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ

تقدیم

مخدومی حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب مظلالتعالیٰ مجلس دعوت الحق و مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی کے ناظم، حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تاب گڑھی کے مجاز بیعت و ارشاد، محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے داماد، خلیفہ و جانشین، مستند و حافظ طبیب جسمانی اور عوام مسلمین کی ایک بڑی تعداد کے علاوہ بیسیوں علماء و مشائخ کے راہنما اور معالج روحانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اہل اللہ کی صحبت و خدمت کی برکت سے بہت سی ظاہری و باطنی خوبیوں سے سرفراز فرمایا ہے، آپ نے اپنے شیخ و مرشد اور خسر حضرت محی السنۃ شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور بہت سے بزرگوں، مثلاً عارف باللہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پر تاب گڑھی، حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی جیسے اکابر سے قریبی تعلق رکھا، اور خلصانہ و عقیدت مندانہ خدمت اور کسب فیض کیا ہے۔

آپ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ کے دامن تربیت سے علوم عصریہ کے ماہرین اور علوم دینیہ کے فاضلین یکساں طور پر وابستہ ہیں، ”انہونہ ہاؤس“ علی گڑھ میں آپ کی قیام گاہ بظاہر ایک ”یونانی مطب“ ہے، مگر فی الحقیقت اسے ایک ”روحانی تربیت گاہ“ کہنا زیادہ بہتر ہے، تمام مریضوں کو بلا لحاظ مذہب و ملت، دین و ایمان اور سچائی کی تلقین مسلسل فرماتے رہتے ہیں، بعد نماز مغرب آپ کی مجلس میں عوام و خواص کی بڑی تعداد شریک رہتی ہے؛ اس

کے علاوہ مریدین و متوسلین کی آمد و رفت کا سلسلہ بھی برابر جاری رہتا ہے؛ خاندانی شرافت، طبعی نظافت و نزاکت اور رہن سہن میں مثالی رکھ رکھاؤ آپ کی ہر ادا سے ٹپکتا رہتا ہے؛ معمولات کی پابندی، ذکر لسانی و قلبی کا اہتمام، حتیٰ کہ شب بیداری بھی تمام تر مصروفیات کے باوجود جاری رہتی ہے۔

آپ کے والد گرامی حضرت حکیم افہام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مشہور طبیب حاذق اور دارالعلوم دیوبند کے رکن شری تھے، راقم الحروف کو بچپن سے حضرت محی السنۃ کی بدولت حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے گھرانے سے قلبی لگاؤ اور تعلق ہے، اور اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے کرم سے ان نیک بندوں کی خدمت کا بہت موقعہ عطا فرمایا۔ فالحمد للہ اولاً و آخراً۔

بہر حال! حضرت حکیم صاحب کی حیدر آباد تشریف آوری پر ان کے مصروف پروگرام اور اپنے مسلسل مشاغل کی وجہ سے اگرچہ بہت مختصر حاضری کا موقع ملا، تاہم یہ صحبتیں بہت ہی مفید و متاثر کن رہیں، جی چاہا اور برادرِ معظم مفتی عبدالمغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حکم فرمایا کہ ان ملفوظاتِ عالیہ کو مرتب کر کے طبع کیا جانا چاہئے تاکہ غیر حاضرین مجلس بھی اس مجلس کی برکات سے بذریعہ تحریر مستفید ہو جائیں اور بات پہنچانے کا اجر اس محتاجِ اجر کے نصیب میں آجائے۔

وَعَسَی کہ اللہ تعالیٰ ان ملفوظاتِ عالیہ کو تمام مسلمانوں کے لئے نافع بنائے، حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا بہترین اجر عطا فرمائے اور راقم کے لئے اس خدمت کو باعثِ ازدیادِ ہدایت و نجات بنائے (آمین)۔

والسلام

محمد عبد القوی غفرلہ

۲۲ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ
اَمَّا بَعْدُ !

مخرومی حضرت کلیم کلیم اللہ صاحب دامت برکاتہم کی ۲ / اپریل ۲۰۰۷ء کو بہت مختصر عرصے (ایک یوم دورات) کے لئے حیدرآباد شریف آوری ہوئی، اور بہت مصروفیت رہی، آج بعد نماز عصر حضرت والد ماجد شفعاۃ اللہ وابقاۃ کی عیادت کے لئے بہ مکان برادر محترم مفتی عبدالغنی صاحب حفظہ قدم رنجہ فرمایا، اس موقع پر گھر میں جمع مستورات سے پس پردہ خطاب کرتے ہوئے چند مفید نصیحتیں فرمائیں جو درج ذیل ہیں:-

① ارشاد فرمایا: عام طور سے عورتوں میں مسواک کی سنت متروک ہے، مسواک کی سنت کا اہتمام کرو، ہر شخص کے پاس برش ہوتا ہے مگر مسواک کسی کے پاس نہیں ہوتی، حالانکہ مسواک کا التزام ثواب کی چیز بھی ہے اور صحت کے لئے بھی مفید ہے، فائدہ ہی فائدہ ہے، برش کم سے کم پندرہ اٹھارہ روپے کا ہوتا ہے اور مسواک زیادہ سے زیادہ پانچ سات روپے کی ہوتی ہے، برش سے بہت سستی ہے مگر عظیم فوائد پر مشتمل ہے، پھر اس میں ثواب بھی ہے، اس کے باوجود عام طور سے اس کی طرف التفات نہیں ہے؛ مسواک تین عدد رکھ لو، ایک اپنے پرس میں تاکہ جہاں کہیں جائیں تو ساتھ رہے، ایک وضو کی جگہ پر، ایک سرہانے تاکہ یاد رہے، بہر حال سب عورتیں اس کا اہتمام کریں۔

② ارشاد فرمایا: ذکر اللہ کا اہتمام کرو، ذکر سے نور پیدا ہوتا ہے اور قلب کی تقویت بھی اس میں ہوتی ہے، ایک بڑا سا کمرہ ہو اور اس میں اندھیرا ہو تو، ایک چھوٹا سا بلب بھی اس میں لگا دیا جاتا ہے تو روشنی پیدا ہو جاتی ہے، کم از کم اتنی تو ہو جائے گی کہ سانپ کچھ جیسی مہلک چیزیں نظر آجائیں، اور آدمی ان کے ضرر سے بچ جائے، تو کیا اللہ کا نام لینے سے دل میں نور

نہیں پیدا ہوگا؟ ایک منٹ بھی ذکر کرو تو دل میں کچھ نہ کچھ نور پیدا ہو جائے گا، پھر وہ نور گناہوں کے مضرات کو دیکھنے اور ان سے بچنے میں مددگار ہوگا، اس لئے کوئی وقت دن بھر میں ایسا نکال لو جس میں سب بچے اور گھر والے جمع ہو جائیں اور جمع ہو کر ایک منٹ ہی سہی اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، کر کے دیکھو تب معلوم ہوگا کہ کتنا فائدہ ہوتا ہے۔

(۳) ارشاد فرمایا: گناہوں سے بچنے کی بہت فکر کرو، گناہ ہلاک کرتا ہے، تین گناہوں سے اگر اجتناب کر لیا جائے گا تو دوسرے گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا، تجربہ کی بات ہے نمبر ایک بدکلامی، نمبر دو بدگمانی، نمبر تین بدنگاہی، اس پر عمل کر کے دیکھو نفع ہوگا۔

گھر سے واپسی میں درخواست کی گئی کہ اشرف العلوم کے طلبہ کو بھی کچھ نصیحت فرمادیں تو حضرت نے ازراہ شفقت اس درخواست کو قبول فرماتے ہوئے مدرسہ تشریف لائے اور قبل نماز مغرب چند منٹ نصیحت فرمائی۔

(۴) ارشاد فرمایا: یہاں تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہے، یہ بہت بڑا صدقہ جاریہ ہے، آپ لوگ علم دین حاصل کرنے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں، چند باتیں ذکر کرتا ہوں؛ پہلی بات یہ ہے کہ یہ غور کرو کہ علم دین حاصل کرنے سے کیا ملے گا؟ علم دین کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ کن باتوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں اور کن باتوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، تعلیم کا مقصد یہی ہے؛ دوسری بات یہ ہے کہ نماز کا اہتمام تو کرتے ہی ہو تبکیر تحریمہ کا اہتمام بھی کرو، یعنی امام کی تبکیر تحریمہ کے وقت ہی سے نماز میں شریک رہو یہ اعلیٰ درجہ ہے؛ بعض طلبہ باتوں میں مشغول رہتے ہیں اور تبکیر تحریمہ چھوڑ دیتے ہیں، یہ بہت بری بات ہے؛ تیسری بات یہ ہے کہ ابھی سے ذکر اللہ کی عادت ڈال لو، ایک منٹ فارغ کر کے کوئی سا ذکر پابندی سے کر لو، اس سے ذکر کے ساتھ مناسبت پیدا ہوگی، ذکر اللہ سے نور پیدا ہوتا ہے نور سے سرور حاصل ہوتا ہے؛ چوتھی بات یہ ہے کہ گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرو، کسی اللہ والے سے تعلق قائم کر لو، ان کی خدمت میں جایا کرو، اس کی

برکت سے گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا؛ پانچویں بات یہ ہے کہ ہر کام سنت کے مطابق کرنے کا اہتمام کرو، بس یہ چند باتیں ہیں ان پر عمل کرو، دین و دنیا کا بھلا ہوگا۔ انشاء اللہ

بعد نماز مغرب اپنی قیام گاہ (مدرسہ فیض العلوم) میں چار پائی پر لیٹے لیٹے راقم کو مخاطب کرتے ہوئے بڑے ہی درد و محبت کے لہجے میں چند باتیں ارشاد فرما رہے تھے، پھر یہ معلوم ہونے پر کہ کافی لوگ جمع ہیں، تھکان کے باوجود اٹھ کر بیٹھے اور کچھ دیر حاضرین کو نصیحتیں فرماتے رہے، جو درج ذیل ہیں۔

⑤ ارشاد فرمایا: اخلاص کے ساتھ کام کرو؛ مدرسہ چلانا مقصود نہ ہو، رضائے الہی مقصود ہو، اپنی اصلاح کی ہر وقت فکر رکھو، مدرسین کو بھی جمع کر کے تاکید کرو، بلکہ لکھ کر آویزاں کر دو کہ مدرسہ ان کی جو خدمت کر رہا ہے وہ وظیفہ ہے تنخواہ نہیں ہے؛ دوسری بات یہ ہے کہ ہر مدرس اور ہر کارکن کا کسی مصلح سے اصلاحی تعلق ہونا ضروری ہے؛ اس کا بہت فائدہ ہوتا ہے، نیت صحیح ہوتی ہے، کام صحیح ہوتا ہے، خیانت سے حفاظت ہوتی ہے، اس کے بہت سے فوائد ہیں اور اس میں بڑی برکت ہے؛ پھر صرف تعلق قائم کر لینا کافی نہیں ہے، اس کی بھی نگرانی رکھو کہ مکاتبت و مراسلت اور اصلاح حال کی فکر پابندی سے ہو رہی ہے یا نہیں؟ کبھی کبھی جائزہ بھی لیتے رہو۔

⑥ ارشاد فرمایا: مدرسین کو تاکید کرو، خود بھی اہتمام کرو کہ روزانہ پڑھانا شروع کرنے سے پہلے دو رکعت صلوٰۃ التوبہ اور صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کریں، اسی طرح مدرسہ ختم ہونے کے بعد دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھ کر کمی کوتاہی سے توبہ و استغفار کیا کریں، اسی طرح روزانہ ایک مرتبہ صلوٰۃ الشکر بھی پڑھ لیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو اتنی بڑی خدمت پر لگا رکھا ہے یہ محض اس کا لطف و کرم ہے، ہم کہاں اس قابل تھے؛ میرے اس مشورہ کی حضرت مولانا برہان الدین سنبھلیؒ اور حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) نے بھی تائید فرمائی اور بہت پسند فرمایا۔

⑥ ارشاد فرمایا: بزرگوں سے تعلق اور اصلاح حال کی فکر کا فائدہ کیا ہوتا ہے اور بزرگوں کی صحبت اور ان کی نصیحتوں سے کیسا نفع ہوتا ہے اس کی ایک مثال دیتا ہوں، ایک پروفیسر صاحب ہیں عالمی شہرت کے حامل، علی گڑھ یونیورسٹی میں پڑھاتے ہیں، عالم تو نہیں ہیں لیکن بہت دین دار اور دیانت دار آدمی ہیں، انہوں نے مجھ سے کہا کہ ہمارے ہاں ۵۵ منٹ کی گھنٹی ہوتی ہے میں اس کا اہتمام کرتا ہوں کہ کبھی الحمد للہ ۵۴ منٹ نہیں پڑھاتا، پورے ۵۵ منٹ پڑھاتا ہوں، اس ڈر سے کہ کہیں میری آمدنی حرام نہ ہو جائے، اور درس گاہ میں صرف مضمون سے متعلق بات کرتا ہوں غیر متعلقہ بات بھی نہیں کرتا کہ کہیں کام میں کوتاہی نہ ہو جائے اور آمدنی متاثر نہ ہو جائے؛ دیکھا! آج ایسی دیانت مدارس دینیہ میں بھی ملنی مشکل ہو گئی ہے، مگر اہل اللہ سے تعلق کی برکت سے یونیورسٹی میں بھی پائی جاسکتی ہے۔

⑦ ارشاد فرمایا: بعض حضرات کہتے ہیں کہ کام میں خیانت ہو جاتی ہے غفلت ہو جاتی ہے، میں کہتا ہوں: اس کے ازالے کے لئے اللہ تعالیٰ کے چار اسماء مبارکہ کا استحضار رکھا کرو، سمیع و بصیر، علیم و خبیر وہ ہماری سب باتیں سننے والا ہے، ہماری ہر حرکت کو دیکھنے والا ہے، ہمارے تمام احوال کو جاننے والا ہے، ہمارے تمام کاموں کی خبر رکھتا ہے؛ جب اس کو بار بار سوچیں گے اور ان صفات کا استحضار رکھیں گے تو انشاء اللہ دیانت پیدا ہوگی اور کام میں کوتاہی سے غفلت سے، اور خیانت سے حفاظت ہوگی۔

⑧ ارشاد فرمایا: آج کل ایک دوسرے میں تقابل اور تفاضل کی عام عادت ہو گئی ہے، فلاں عالم بڑا، فلاں چھوٹا، فلاں شیخ ایسا، فلاں ایسا، یہ عدم اخلاص کی علامت ہے، مخلص ایسا نہیں ہوتا، مخلصین نہ کسی کی برائی کرتے ہیں نہ سنتے ہیں؛ تنقید و تنقیص تو بہت دور کی بات ہے میں نے حضرت والا (محی السنۃ) کو ۳۵ سال دیکھا ہے، دور سے بھی نزدیک سے بھی، قریب سے قریب رہ کر بھی دیکھا ہے، اتنے طویل عرصے میں کبھی میں نے انہیں کسی پر تنقید کرتے ہوئے نہیں دیکھا، یہ ان کا کمال تھا کہ کبھی کسی کی تنقیص نہیں کرتے تھے، کبھی کوئی بات سامنے آتی تو زیادہ سے زیادہ حیرت کا اظہار کرتے تھے کہ تعجب ہے فلاں صاحب نے

ایسا کیسے کیا؟ حیرت ہے انہوں نے اس طرح کیسے کہہ دیا؟ بس اس کے علاوہ اور اس سے زیادہ کسی کے بارے میں کچھ نہیں فرماتے تھے^۱۔

(۱۰) ارشاد فرمایا: علماء کا بڑا احترام کرنا چاہئے، ان کی کوتاہیوں کی بہتر تاویل کر لینی چاہئے، بعض لوگ اس کا خیال نہیں کرتے، میں تو عالم نہیں ہوں، لیکن عصری تعلیم یافتہ طبقے کے سامنے کوئی ایسی بات نکل جاتی ہے تو علماء کرام کی طرف سے بھرپور مدافعت کرتا ہوں؛ کہہ دیتا ہوں کہ ان کی غلطی کے وہ ذمہ دار ہیں، ہمارے تو وہ رہنما ہیں، ہمیں صحیح بات بتلاتے ہیں، وہ خود کیا کرتے ہیں اس کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں، ہم سے ان کی پوچھ تھوڑی ہی ہوگی، حضرت والا (محبی السنۃ) فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا کام تبلیغ ہے، ہمارے ذمے بات پہنچانا دینا ہے، منوانا نہیں ہے۔

(۱۱) ارشاد فرمایا: آج ہم لوگوں کو عمل کے مقدار کی فکر رہتی ہے معیار کی نہیں رہتی، کیت تو دیکھتے رہتے ہیں کہ یہ تسبیح اتنی، یہ اتنی، مگر کیفیت کی کچھ پروا نہیں، یاد رکھو! تھوڑا کام ہو مگر ڈھنگ سے ہو یہ اصل چیز ہے؛ حضرت والا (محبی السنۃ) کے ہاں بہت زیادہ اشغال و اعمال نہیں دیکھے مگر ہر کام میں انضباط و پختگی نظر آتی تھی۔

(۱۲) ارشاد فرمایا: اپنے آپ کو اہل اللہ سے جوڑے رکھو، اخلاص پر قائم رہنے اور دین میں تنزل سے محفوظ رہنے کا یہ بہت بڑا ذریعہ ہے، اللہ والوں سے تعلق بڑی نعمت ہے، اس میں جو برکتیں ہیں اس کا اندازہ ان لوگوں کی زندگی کو دیکھنے سے ہوتا ہے جو کسی اللہ والے سے سچا اور مخلصانہ تعلق قائم رکھے ہوئے ہیں، ان کے ہر طرز عمل میں نورانیت ہوتی ہے۔

(۱۳) ارشاد فرمایا: میں آپ سب کو ایک عمل کی تاکید کرتا ہوں اس سے نسبت مع اللہ میں خوب ترقی ہوگی انشاء اللہ، وہ یہ ہے کہ کسی وقت اور بہتر ہے کہ تہجد کے بعد اللہ کے سامنے یوں عرض کیجئے کہ:

عَلَا اِغْرَضُ رَسْمًا تَوْأَنُ صَاحِبِ الْوَسْطِ تَحْقِيقَ الْخَطَرِ وَانْفِرْمَا تَتَّحِ، جَبْ تَنَکْ اُنْ کَا جَوَابِ نَا اَرَاے قَائِمَ کَرْنِ مِیْلَ تَوْفَقِ فَرْمَا تَتَّحِ۔

اے ربِّ کریم! آپ نے ہی مجھے انسان بنایا، یہ محض آپ کا لطف و کرم ہے، الحمد للہ رب العالمین، الحمد للہ علی احسانہ۔

اے ربِّ کریم! آپ نے ہی مجھے مسلمان بنایا، یہ محض آپ کا لطف و کرم ہے، الحمد للہ رب العالمین، الحمد للہ علی احسانہ۔

اے ربِّ کریم! آپ نے ہی مجھے صاحبِ ایمان بنایا، یہ محض آپ کا لطف و کرم ہے، الحمد للہ رب العالمین، الحمد للہ علی احسانہ۔

اے ربِّ کریم! آپ نے ہی مجھے توحید پر قائم فرمایا، یہ محض آپ کا لطف و کرم ہے، الحمد للہ رب العالمین، الحمد للہ علی احسانہ۔

اے ربِّ کریم! آپ نے ہی مجھے اہل السنۃ والجماعۃ سے وابستہ فرمایا، یہ محض آپ کا لطف و کرم ہے، الحمد للہ رب العالمین، الحمد للہ علی احسانہ۔

اے ربِّ کریم! آپ نے ہی مجھے بادشاہت دی، یہ محض آپ کا لطف و کرم ہے، الحمد للہ رب العالمین، الحمد للہ علی احسانہ۔

(۱۴) اسی سلسلے میں ارشاد فرمایا: کہ ان نعمتوں کی قدر و قیمت کا تصور کرتے ہوئے یہ کلمات کہے کہ انسان بنایا جانا کتنی بڑی نعمت ہے، پھر انسان تو بہت ہیں پر ہر کوئی مسلمان نہیں، مسلمان ہونا اللہ پاک کا کیسا عظیم انعام ہے، پھر کتنے ہی مسلمان ایسے ہیں جو توحیدِ خالص سے محروم ہیں، ہمیں اللہ تعالیٰ نے توحید کی عظیم نعمت عطا فرمائی ہوئی ہے، اسی طرح دنیا میں آج کتنے فتنے اور فرتے پھیلے ہوئے ہیں، لوگ ادھر ادھر بھٹک رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں صحابہؓ والے راستے پر اور سنت والے راستے پر لگا رکھا ہے، ہمیں اہل السنۃ والجماعۃ سے وابستہ فرمایا ہے، یہ کتنی بڑی توفیق ہے اور آخر میں جو بادشاہت کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں نعمتیں عطا فرمائیں، بہت سے چھوٹوں کا بڑا بنایا ان احسانات کو تصور میں لا کر اس طرح شکر ادا کریں، انشاء اللہ نسبت مع اللہ میں خوب ترقی ہوگی۔

(۱۵) ارشاد فرمایا: آج ہر شخص کو مصلح بننے کی تو فکر ہے مگر صالح بننے کی فکر نہیں ہے، حالانکہ جو شخص اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہتا ہے، وہی ان کے (یعنی اللہ تعالیٰ کے) ہاں مصلح ہوتا ہے؛ اسی طرح مجھے بہت حیرت ہوتی ہے اور نہایت افسوس ہوتا ہے یہ دیکھ کر کہ بعض لوگ اپنے تعارف میں یہ بھی کہتے ہیں کہ میں فلاں صاحب کا خلیفہ ہوں، بعض اہل علم بھی ایسا کرتے ہیں، یہ خود نمائی اور کبر کی علامت ہے، اور تنزل کا سبب ہے، خوب سمجھ لو! اس میں دو نقصان ہیں، حب جاہ کا اظہار ۞ مخاطب سے مراعات و اکرام کا مطالبہ، دونوں سم قاتل ہیں، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

(۱۶) ارشاد فرمایا: حضرت والا (محی السنۃ) گناہوں سے اور لایعنی سے بچنے کی اور سنتوں کی پابندی کی بہت تاکید فرماتے تھے، اور خود بھی لایعنی سے بہت پرہیز کرتے تھے، ہر وقت کام میں لگے رہتے تھے، انتقال کے دن بھی یہی تاکید فرمائی کہ گناہوں سے بچتے رہو، ایک دفعہ بعض مہمان باتیں کر رہے تھے، ناراض ہو کر فرمایا لایعنی سے کیا فائدہ ہے؟ اتنی دیر میں سورہ فاتحہ صحیح کر لیتے، اوقات ضائع کرنے کا کیا فائدہ؟ کسی نہ کسی کام میں لگے رہنا چاہئے۔

(۱۷) ارشاد فرمایا: اہل اللہ بھی اللہ تعالیٰ کی وہی نعمتیں کھاتے ہیں ہم بھی وہی کھاتے ہیں، ان کے بھی وہی اسباب حیات ہیں جو ہمارے ہیں، لیکن ان کو ان غذاؤں سے جو سرور و سکون اور نشاط قلبی حاصل ہوتا ہے وہ ہمیں کیوں حاصل نہیں ہوتا؟ دراصل وہ سب نعمتوں کو بندہ بن کر استعمال کرتے ہیں اور ہم باغی بن کر استعمال کرتے ہیں، بندہ بن کر استعمال کرو گے تو نور پیدا ہوگا سرور حاصل ہوگا، اور باغی بن کر کھاؤ گے تو کچھ نہیں ملے گا، بلکہ بے سکونی و بے چینی پیدا ہوگی۔

(۱۸) ارشاد فرمایا: ہر وقت اپنے نفس کی نگرانی رکھو! کبھی غفلت نہ ہو، نفس کے عجیب و غریب مکائد ہیں، اہل اللہ سے تعلق کو مضبوط کر لو، اس سلسلہ میں بصیرت کے لئے تبلیغ دین کا مطالعہ کیا کرو، بہت اہم اور نافع کتاب ہے، جب علامہ سید سلیمان ندویؒ، حضرت تھانویؒ کے پاس آئے اور انہوں نے مطالعے کے لئے کسی کتاب کی تجویز کی درخواست کی تو ان کو حضرت تھانویؒ نے ”تبلیغ دین“ ہی کا نام بتلایا تھا، اور حضرت مفتی شفیع صاحبؒ جیسے فقیہ اور

عالم دین کے پوچھنے پر بھی ”تبلیغِ دین“ اور ”قصد السبیل“ کے دیکھنے کا مشورہ دیا، اس کا مطالعہ کرو بہت نفع ہوگا۔

(۱۹) ارشاد فرمایا: کسی عالم کے پاس یا کسی بزرگ کے پاس جاؤ تو نیت صحیح کر کے جاؤ، حضرت والا (محی السنیۃ) فرمایا کرتے تھے اور مجھ سے بھی فرمایا تھا کہ اہل اللہ اور علماء کے پاس خالی ہو کر جاؤ گے تو بھر کر آؤ گے، یعنی دل و دماغ کو ان کے بارے میں وسوسوں اور بدگمانیوں سے خالی کر کے جاؤ گے تو ان کے علوم و انوار کی برکات اس میں بھر کر لاسکو گے! اس لئے نیت درست کر کے جاؤ، کیا نیت کرو گے؟ یہ نیت کرو کہ یہ عالم دین ہیں، اللہ والے ہیں، ان کے سینے میں نورِ علم ہے میں اس کی زیارت کرنے جا رہا ہوں؛ ایک طالب علم کسی محدث کے پاس گئے، وہ فرماتے ہیں کہ میں ان کے پاس اس نیت سے گیا کہ ان کے سینے میں حدیثِ رسول ہے، اس لئے میں ان کی زیارت اور ان سے استفادہ کے لئے جا رہا ہوں، چنانچہ جب ان کی خدمت میں پہونچا تو اس نیت کی برکت سے ان محدث کا قلب کھل گیا، اور خوب فیضان ہوا؛ واقعی مخلص سامعین و حاضرین کی برکت سے ذہن کھل جاتا ہے۔

(۲۰) ارشاد فرمایا: میں ایک دفعہ مولانا علی میاں صاحبؒ کے پاس گیا تو عرض کیا کہ آپ کے پاس میں اپنی اصلاح کی نیت سے آیا ہوں، فوراً فرمایا: ارے میاں! میں خود قابلِ اصلاح ہوں، دیکھئے وہ بہت بڑے عالم تھے، اور شیخ بھی تھے، مگر یہ ان کی تواضع تھی؛ اہل اللہ ہمیشہ اپنے کو محتاجِ اصلاح سمجھتے ہیں، میں ۲۱ برس تک حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ کے پاس جاتا رہا، مگر وہاں پہونچ کر مجھے صرف حضرت سے مطلب تھا، کون آ رہا ہے، کون جا رہا ہے، اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا؛ ان کے ایک صاحبزادے پہلے بے ریش تھے (بعد میں ماشاء اللہ انہوں نے داڑھی رکھ لی) ان کے بارے میں بھی کبھی کچھ نہیں سوچتا تھا، کوئی وسوسہ نہیں آنے دیتا تھا، اس لئے کہ بدگمانی اور وسوسوں کے ساتھ کسی اللہ والے کے پاس جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، بلکہ یہ محرومی کی علامت ہے۔

(۲۱) ارشاد فرمایا: اہل علم اور خدامِ دین سے بھی عرض کرتا ہوں کہ تھوڑا وقت نکال کر

خلوت میں کبھی کبھی اپنے بارے میں بھی سوچیں! اپنے گناہوں کا بھی جائزہ لیں، اصلاح کی فکر کریں، کبھی اس سے غافل نہ ہوں؛ اسی طرح بیان کرنے کے بعد چند منٹ تنہائی میں یہ سوچیں کہ اس بیان سے خود مجھے کتنا نفع ہوا ہے؟ میرے اندر اس سے کس قدر اصلاح کی فکر پیدا ہوئی ہے؟ اس تدبیر سے فکر اصلاح میں مدد ملے گی، اور نفس قابو میں رہے گا، حضرت والا (مُحی السُّیَّة) فرمایا کرتے تھے، ہمارا مسلک قلندر یہ مسلک ہے، یعنی اشغال و اوراد تو زیادہ نہیں، مگر قلب کی نگرانی سے کبھی غفلت نہیں، ہم قلب پر ضرب لگائے رکھتے ہیں، ہر وقت اس کی صورتِ حال پر نظر اور قابو رکھتے ہیں، یہ آسان کام نہیں بہت بڑا مجاہدہ ہے، دل کا ہر وقت نگران رہنا بہت مشکل کام ہے، حضرت والا (مُحی السُّیَّة) کا یہی رنگ تھا۔

(۲۲) ارشاد فرمایا: ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ میری عمر ۸۵ سال ہو گئی ہے، بچے مجھ سے مشورہ نہیں کرتے، میرا کہنا نہیں مانتے، اس سے کلفت ہوتی ہے، میں نے کہا: حدیث میں ہے کہ میری امت کی عمریں ۷۰/۷۱ کے درمیان میں ہیں، آپ کی عمر ماشاء اللہ ۸۵ سال ہے، آپ یہ سوچ لیا کریں کہ ستر سال کی عمر میں میں مر گیا، مجھے مر کر پندرہ سال ہو چکے ہیں، مردے سے کون مشورہ کرے گا؟ اس تصور سے آپ کی کلفت دور ہو جائے گی، بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ستر برس کے بعد ہم نے اپنے کو مردہ ہی تصور کر لیا، اگر کوئی سلام کرتا ہے تو ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہم قبر میں ہیں اور لوگ مردے کو سلام کر رہے ہیں، مطلب یہ ہے کہ عمر کے اس حصے میں بھی ان سب دنیوی الجھنوں کی کیا ضرورت؟ جو کچھ موقع ملا ہوا ہے غنیمت سمجھ کر اپنی آخرت اور اپنے مولا کی خوشنودی حاصل کرنے میں لگے رہنا چاہئے، اس میں سکون بھی ہے نفع بھی ہے۔

(۲۳) ارشاد فرمایا: اہل اللہ کسی سے مرعوب نہیں ہوتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آسودہ حال اور آسودہ خاندان ہوتے ہیں، نبی سے ولی تک سب کا یہی حال ہے، (گو ابتداءً اُن کا حال اس کے برخلاف رہا ہو مگر بالآخر اللہ تعالیٰ نے آسودہ حال بنا ہی دیا) کچھ فقر و فاقہ بھی کہیں تھا

تو اختیاری تھا اضطرابی نہ تھا، اسی آسودہ حالی کی وجہ سے وہ بڑے بڑے امراء سے مستغنی رہتے ہیں، کسی سے خوف نہیں کھاتے، امراء و حکام کے سامنے حسب مراتب حق کا اظہار بھی فرما دیتے ہیں، کسی سے مرعوب نہیں ہوتے۔

(۲۴) ارشاد فرمایا: نبی کریم ﷺ نے ہم پر بے شمار احسانات فرمائے ہیں، لیکن اس کے بدلے میں ہم سے کوئی فرمائش نہیں کی، صرف ایک فرمائش کی کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے ”دعائے وسیلہ“ کرتے رہو، کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جس محسن اعظم کے ہم پر بے پناہ احسانات ہیں ان کی یہ معمولی سی فرمائش بھی ہم سے پوری نہیں ہو پاتی، آج عوام تو کیا اہل علم اور خواص بھی کتنے ہیں جو اذان کے بعد پابندی اور اہتمام سے یہ دعائے مانگتے ہوں، اگر ہم فرمائش کرنے والے کی ہستی پر غور کریں گے تو پھر انشاء اللہ خود ہی اہتمام شروع ہو جائے گا۔

(۲۵) ارشاد فرمایا: حضرت والا (محمی السُّنَّی) کو ہر وقت یہی غم اور فکر رہتا تھا کہ امت کے ہر فرد سے گناہ چھوٹ جائے اور سننیں زندگی میں آجائیں، اخیر وقت تک یہی عالم تھا، ہر جگہ ہر وقت اسی کی تلقین فرماتے تھے، پوری عمران دو باتوں کی تاکید و تعلیم میں گذاردی، اور اس کے اثرات بھی الحمد للہ ان کے پورے حلقے میں پائے جاتے ہیں۔

(۲۶) ارشاد فرمایا: ایک جگہ ڈاکٹروں کی محفل میں گفتگو کا موقع ملا تو میں نے کہا کہ علاج کی ضرورت سے جو عورتیں آتی ہیں ان سے بھی پردہ ضروری ہے، مریضوں کا یہ سمجھنا کہ ”حکیم اور ڈاکٹر سے پردہ نہیں ہے“ اسی طرح حکیم اور ڈاکٹر کا یہ سمجھنا کہ ”مریض عورتوں سے کوئی پردہ نہیں ہے“ بالکل صحیح نہیں ہے، بلکہ یہ خیال خلاف شرع ہے، اسلئے حکیموں اور ڈاکٹروں کو بھی چاہئے کہ پردہ کا اہتمام کریں اور ان کے پاس جانے والی عورتوں کو بھی لازم ہے کہ حجاب شرعی کا لحاظ رکھیں، میں نے ان حضرات سے یہ بھی کہا: ایک عورت اگر آنکھ دکھا رہی ہے تو صرف اس کی آنکھ ہی کو دیکھنا جائز ہے، دوسرے اعضاء حتیٰ کہ جس آنکھ میں تکلیف نہیں اس کی جانب دیکھنا بھی درست نہیں ہے، ناک میں تکلیف ہے تو صرف ناک ہی پر نظر ہو؛ یہ

ہے تو بہت مشکل کام گردل میں اگر خوفِ خدا ہو اور آدمی بچنا چاہے تو ناممکن بھی نہیں ہے؛ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس عضو کو ضرورتِ علاج کی مجبوری سے دیکھنا پڑے تو دھیانِ دماغ اس بیماری کے متعلقات میں جوڑ دے اور اتنی دیر بس مرض اور اس کی وجوہات و اسباب ہی میں غور کرتا رہے، مثلاً نبض دیکھ رہا ہو تو رگوں، ان کی حرکات اور دورانِ خون اور اس کی کیفیات میں غور کرتا رہے، شہوت کی طرف دھیان نہ جانے پائے، فکر اور مشق سے اس پر قابو حاصل ہو سکتا ہے۔

(۲۷) ارشاد فرمایا: میں نے مطب میں درمیان میں پردہ ڈال رکھا ہے، ایک طرف عورتوں کی قطار ایک طرف مردوں کی قطار ہوتی ہے، ادھر سے ایک کو دیکھتا ہوں، ادھر سے ایک کو، اس طرح دونوں کا نمبر بھی یکے بعد دیگرے آتا رہتا ہے، آپس میں بے پردگی بھی نہیں ہوتی، فضول باتوں کا موقع بھی نہیں ملتا، تشخیص کے دوران دین کی باتیں بھی سناتا رہتا ہوں، اسی طرح جو عورت مجھ سے علاج کیلئے رجوع ہوتی ہے میں اس سے پہلے عہد لیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ پہلے عہد کرو کہ سر کھلا نہ رکھو گی، شرٹ کا گلا O ٹائپ کا رکھا کرو گی، V ٹائپ کا نہ رکھو گی، یعنی ہنسی کی ہڈی ڈھکی ہوئی ہو کھلی نہ ہو، کیا ان باتوں پر عمل کرو گی؟ جب وہ وعدہ کر لیتی ہے تو علاج کرتا ہوں، اور تجربہ یہی ہے کہ اس کا فائدہ بھی ہوتا ہے، چنانچہ بہت سی غیر مسلم عورتیں جو میرے زیر علاج ہیں وہ بھی سر ڈھانک کر رہنے لگیں اور ان باتوں پر عمل کر رہی ہیں۔

(۲۸) ارشاد فرمایا: بات حکمت اور سلیقے سے کہنے کی ضرورت ہے، ہر طبقے کے مناسب حال بات ہو جو اسے ہضم ہو سکے اور قبول کر سکے، ایسا نہ ہو کہ ایک دم سے مسلط کر دیا، شروع ہی میں آخری درجہ اور سخت مسئلہ نہ ہو؛ مسلم یونیورسٹی کی بعض نہایت قابل عورتوں نے مجھ سے دینی تعلق قائم کیا ہوا ہے، ان سے میں نے کہا: دیکھو! ایک ستر ہے اور ایک حجاب ہے؛ سینہ، کلائیوں اور پنڈلیاں تو کسی طرح بے لباس نہ ہوں، ذرا بھی کھلنے نہ پائیں، کیونکہ ان کا ستر واجب ہے کھولنا حرام ہے، اس میں تو کوئی رعایت نہیں ہو سکتی؛ اور دونوں پیرٹخنوں تک، دونوں ہاتھ گٹوں تک یہ کھلے رہ سکتے ہیں، اس کی اجازت ہے؛ چہرہ کا جہاں تک معاملہ ہے

کام کے دوران واقعی ضرورت کا درجہ ہو تو کھول لیں پھر اس کو بھی حجاب میں رکھیں، اب بتاؤ کہ اس طرح پردہ کرنا کیا مشکل ہے؟ اپنے ہی نفع کی بات پر عمل کرنا کیا مشکل ہے؟ چنانچہ بات ان کی سمجھ میں آگئی؛ ایک خاتون پروفیسر ہیں وہ اس کی پابندی کے ساتھ کام کر رہی ہیں، کام بھی کر رہی ہیں اور احکام کی پابند بھی ہیں، اسی طرح ایک خاتون وکیل بھی اصلاحی تعلق رکھتی ہیں، وہ بھی اسی طرح عمل کر رہی ہیں، بلکہ اسی حال میں وکیل سے ترقی کر کے جج بن گئیں، اور ابھی معلوم ہوا ہے کہ ان کی مزید ترقی ہونے والی ہے، بہر حال حکمت سے اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔

(۲۹) ارشاد فرمایا: اہل اللہ ذکر کا بہت اہتمام کراتے ہیں، ذکر تین طرح کا ہے، ذکر لسانی، ذکر قلبی، ذکر جسمانی، لیکن (ان تینوں میں) ذکر قلبی کو بہت زیادہ اہمیت ہوتی ہے؛ اہل اللہ ہمیشہ قلب کو ذکر رکھنے کی بہت فکر کرتے ہیں، اس کو کبھی غافل ہونے نہیں دیتے؛ طب جسمانی کی روشنی میں اس کی مصلحت میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ ڈالی کہ جس طرح جسمانی اعتبار سے دل کا عمل یہ ہے کہ دل خون کو صاف کر کے اس کو تمام اعضاء میں پھیلاتا ہے جس سے جسم کو حیات اور تازگی ملتی ہے، اسی طرح ذکر قلبی دل کے اندر سے ظلمتوں اور کدورتوں کو ختم کر کے نور معرفت پیدا کرتا ہے، پھر اس نور کو رگوں کے ذریعہ تمام جسم میں پھیلا کر ذکر کو نورانی بنادیتا ہے، اس طرح انسان کا پورا وجود روحانی سکون اور نورانیت کا مجسمہ بن جاتا ہے۔

(۳۰) ارشاد فرمایا: گناہ سم قاتل ہے، اس سے بچنے کی بہت فکر کرو گناہوں سے اجتناب اور سنتوں کی پابندی، یہ دو باتیں اپنے اوپر لازم کرلو، اہل اللہ گناہوں سے بچنے کا بہت اہتمام کرتے ہیں، بلکہ وہ گناہ سے اس طرح دور رہتے ہیں جیسے آدمی موذی درندوں سے دور رہتا ہے؛ پھر یہ ہے کہ گناہ تو گناہ وسوسہ گناہ سے بھی توبہ کرتے رہتے ہیں کہ گناہ تو الحمد للہ نہیں کر رہے ہیں لیکن یہ گناہ کا وسوسہ بھی کیوں آیا؟ اس کی وجہ کیا ہوئی؟ (اس میں) غور کرتے ہیں پھر اس سے استغفار اور توبہ کرتے ہیں، اب رہ گیا یہ سوال کہ گناہوں سے

بچا کیسے جائے؟ تو اس کا طریقہ یہ بتاتا ہوں کہ جس عضو سے گناہ کا تقاضہ ہو رہا ہے اس عضو کے منافع اور فوائد میں غور کرو اور سوچو کہ اللہ تعالیٰ نے اس عضو کے ذریعہ ہمیں کیسی قیمتی نعمتیں عطا فرمائی ہیں، مثلاً بدن کا ہی کا تقاضہ ہو تو یہ سوچو کہ آنکھ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے اس سے ہم قرآن کریم کی زیارت کرتے ہیں، زمین آسمان کی نعمتوں کا نظارہ کرتے ہیں، والدین اور اولاد کو دیکھ کر محظوظ ہوتے ہیں، اللہ کی اس نعمت سے ہم اس کی نافرمانی کیسے کریں؟ اور اس کی طرف سے منع کی ہوئی جگہ پر کیسے نظر کریں؟۔ اسی طرح غیبت سننے کو جی چاہے یا کوئی اور غلط بات تقاضہ کرے تو کان کے منافع اور اس سے حاصل ہونے والی نعمتوں میں غور کر کے سوچو کہ اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کو ہم اس کی نافرمانی میں کیسے استعمال کریں؟، ایک بہرے سے کہا جائے کہ فلاں قاری صاحب بہترین قرأت کرتے ہیں، زبردست نعت پڑھتے ہیں ذرا تو بھی سن لے تو وہ بیچارہ کیسی حسرت سے کہے گا کہ میں تو سننے کی نعمت سے محروم ہوں؛ اسی طرح زبان کے گناہوں کے تقاضے پر سوچو، اس زبان سے اللہ تعالیٰ کا پاک نام لیتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں کیسے کیسے اچھے کام کرتے ہیں، اس زبان کی قدر تو گونگے سے پوچھو کہ بیچارہ اس سے محروم ہے، اب کتنی بے غیرتی کی بات ہے کہ میں ایسی نفع کی چیز کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال کروں، انشاء اللہ گناہ کے تقاضوں کے وقت اس طرح کا غور و فکر گناہوں سے بچنے میں بہت مدد دے گا۔

(۳۱) ارشاد فرمایا: آج جب حضرت قاری صاحب ؒ مجلس میں یہ بات بتلا رہے تھے کہ ”ہم لوگ حنفی ہیں (اور احناف کے نزدیک نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے) اس کے باوجود عام طور سے بہت سے اہل علم بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا اہتمام نہیں کرتے، اس سنت کا اہتمام کرنے کی ضرورت ہے“۔ تو اسی وقت اللہ تعالیٰ نے

میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں اہل علم کی تحقیق یا توفان کے اوپر باندھنے کی ہے یا پھر نیچے! (فوق السَّماة یا تحت السَّماة) یعنی احناف کے ہاں تحت السَّماة اور شوافع وغیرہ کے ہاں فوق السَّماة، بہر حال ناف کے پاس ہی ہاتھ باندھے جاتے ہیں، نیچے یا اوپر، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ خیالاتِ فاسدہ اور وساوسِ چوں کہ نیچے ہی سے اوپر کی طرف یعنی قلب کی طرف جاتے ہیں تو تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ کو اس جگہ باندھ کر رکھ دینے کے اس ظاہری عمل سے معنوی نفع یہ ہوگا کہ یہ خیالات و وساوس وہیں رک جائیں گے، آگے دل کی طرف بڑھنے نہ پائیں گے، اور خشوع و خضوع حاصل ہوگا، اس تصور سے انشاء اللہ بہت نفع ہوگا، اور قلب نماز میں خطرات و اوہام سے محفوظ رہے گا۔

راقم عرض کرتا ہے کہ یہ خواص اور علماء کا مجمع تھا، سب ہی کی زبان سے اس حکیمانہ نکتے کو سن کر بے اختیار سبحان اللہ! نکلا عجیب حکمت کی بات فرمائی جو پہلی مرتبہ سننے کو ملی، اس کی نظیر میں حضرت کشمیریؒ کا یہ ارشاد پیش کیا جاسکتا ہے کہ ایک دفعہ آپ نے نماز کی حرکاتِ ظاہرہ میں مخفی حکمتوں کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہوئے یہ تصور کرنا چاہئے کہ اب میں تمام غیر اللہ کو پس پشت کر کے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو رہا ہوں، یعنی ظاہر کی حرکات کا قلب پر براہِ راست اثر واقع ہوتا ہے، اور خشوع کے حصول میں اس سے مدد ملتی ہے۔

۳۲) ارشاد فرمایا: ہر کام میں اخلاص پیدا کرو، تقابل اور تفاضل سے بچو، تقابل سے اخلاص ختم ہو جاتا ہے؛ ہر دین کا کام کرنے والے سے اچھا تعلق رکھو، رضائے الہی کو مقصود بناؤ، اس کے علاوہ کوئی چیز مقصود نہ ہو، مدرسہ بھی مقصود نہ ہو، بس اللہ خوش ہو جائیں یہی مدنظر رکھو؛ حضرت والا (محبی السُّنیۃ) ہمیشہ یہی فرماتے تھے، اساتذہ کو بھی تاکید کرتے اور فرماتے تھے کہ اصول سے اور ڈھنگ سے کام نہیں کرو گے تو مدرسہ سے بند کردوں گا، مدرسہ مقصود نہیں، صحیح

کام اور رضائے الہی مقصود ہے؛ انتقال سے قبل بھی کچھ اساتذہ کی شکایات آئیں تو یہی فرمایا کہ اگر آپ لوگ اخلاص سے کام نہیں کرو گے تو میں مدرسہ بند کر دوں گا، ایک دو بچوں کو لے کر میں خود پڑھالوں گا، بس کام ہونا چاہئے، خواہ وہ تھوڑا ہو مگر قاعدے سے ہو۔

(۳۳) ارشاد فرمایا: سب سے اہم بات ہے ”ذکر و فکر“ طلبہ و علماء سب ذکر کا اہتمام کریں، ذکر بڑی نعمت ہے، اس سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے، جس طرح تھوڑی روشنی بھی کچھ نہ کچھ کام دیتی ہے، اسی طرح تھوڑا ذکر بھی بہت کچھ کام دے گا، موقع نہ ہو تو تھوڑا ہی سہی مگر دوام اور پابندی ضروری ہے؛ اسی طرح تلاوت قرآن کا اہتمام بھی پابندی سے ہونا چاہئے، یہ نہیں کہ کبھی دس دس پارے پڑھ لئے اور کبھی بھولے تو ایسا کہ ہفتوں تلاوت کرنا یاد ہی نہ رہا؛ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ صبح میں معمولات کو سب سے پہلے مثلاً لو بعد پر نہ ٹالو، پھر پتہ نہیں کیا کیا کام نکل آئیں گے اور شام تک بھی موقع مل سکے گا یا نہیں مل سکے گا، اس لئے اول مرحلے میں یہ کام کرلو، پھر اگر دن میں اور موقع ملے تو اور ذکر کرلو اور ذخیرہ جمع کرلو، مگر معمولات کو ٹال کر ناغہ مت ہونے دو۔

(۳۴) ارشاد فرمایا: اہل اللہ سے اصلاحی تعلق اور مسلسل مراسلت کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ اپنے لوگوں کے حالات سے باخبر رہیں گے تو اللہ تعالیٰ سے ان کی اصلاح و ہدایت کیلئے دل سے دعا مانگتے رہیں گے، اہل اللہ راتوں میں اٹھ کر اللہ کے سامنے گڑ گڑاتے ہیں، یا اللہ! میرے فلاں مرید کی اصلاح فرما دے، اس کی مدد فرما دے، وغیرہ۔ یاد رکھو! راہ خدا میں ترقی کیلئے ”شیخ کی دعا“ کیمیاء ہے، اور دعا ان سے صحیح تعلق اور اپنی اصلاح کی مسلسل فکر کے ذریعے حاصل ہوتی ہے، اس لئے اہل اللہ سے جڑ جاؤ اور اپنی اصلاح کی فکر میں لگ جاؤ۔
(انشاء گفتگو پانی طلب فرمایا، پانی پینے کے بعد)

(۳۵) ارشاد فرمایا: بعض لوگ گیس اور ریاحی دباؤ کی شکایت کرتے ہیں، اس کا آسان علاج یہی ہے کہ پانی چوس کر پیئیں، بڑے بڑے گھونٹ نہ پیئیں؛ تین، پانچ، سات گھونٹ میں

پئیں، پانی چوس کر پینے سے ہوا اندر نہیں جاتی؛ دوسری بات یہ ہے کہ کھانا خوب چبا کر کھائیں ایک نوالہ ۳۲ دفعہ چبائیں، (ہنس کر فرمایا ۳۲ دانت بھی تو ہیں) اور کھانے کے بعد کم از کم دو گھنٹے تک پانی نہ پئیں، درمیان میں چاہیں تو پی لیں، درمیان میں پینا نقصان دہ نہیں، ایک— دیڑھ گلاس پانی آدھا کھانا کھا کے پی سکتے ہیں، مگر بعد میں فوراً نہ پئیں، اچھا خاصا وقفہ ضروری ہے، کھانے پینے میں ان دو باتوں کا اہتمام کر لیں تو ریاحی دباؤ سے پیٹ محفوظ رہے گا۔

یاد رہے کہ حضرت حکیم صاحب مدظلہ شیخ طریقت اور روحانی معالج ہونے کے علاوہ جسمانی طبیبِ حاذق بھی ہیں۔

الحمد للہ تعالیٰ مغرب کے بعد تقریباً پون گھنٹہ کی اس مجلس میں بہت سی نافع اور مفید باتیں ارشاد فرمائی گئیں، راقم الحروف نے اسی وقت یہ ارشادات نوٹ کر لئے تھے، اسی شب میں ان کی ترتیب و تبییض سے فراغت ہو گئی، اور اگلے دن گلبرگہ میں حضرت مدظلہ کی خدمت میں پیش کر کے افادۂ عام کیلئے اشاعت کی اجازت حاصل کر لی۔

نوٹ: ان ملفوظات کی اشاعتِ ثانیہ پر حضرت والا کے دوسرے سفر میں محفوظ کردہ مزید ملفوظات شامل کر لئے گئے ہیں، یہ ملفوظات بھی ادارہ اشرف العلوم کی مسجد میں طلبہ مدرسہ سے خطاب کرتے ہوئے حضرت والا مدظلہ نے ارشاد فرمائے تھے۔

۳۱) ارشاد فرمایا: دین کی مجالس میں شرکت سے مقصود یہ ہونا چاہئے کہ:

”دین سے رغبت اور معاصی سے نفرت پیدا ہو جائے“

اس کے علاوہ کوئی اور غرض نہ ہو، اصل چیز بس یہی ہے کہ ہم کو گناہوں سے نفرت ہو جائے، اُن سے بچنا آسان ہو جائے اور نیکی کا ذوق و شوق پیدا ہو جائے۔

۳۲) ارشاد فرمایا: مشائخ ہمیشہ مختصر نصیحت کا اہتمام کرتے ہیں تاکہ یاد رہ سکے اور

آسانی سے اس پر عمل ہو سکے، کیوں کہ ان کے مد نظر عمل ہوتا ہے، عام جلسے کرنا ان کا مزاج نہیں ہوتا، بڑے بڑے جلسوں کے بجائے مختصر مجالس اور مختصر نصیحتوں کا معمول رہتا ہے، دیکھا جائے تو اس میں نفع اور اثر بھی زیادہ ہے۔

③۸ ارشاد فرمایا: تم لوگ علم دین حاصل کر رہے ہو، پہلا کام گناہوں سے بچنا ہے، اس کا خاص خیال رکھو، طالب علم ہو کر گناہ کریں کتنی معیوب بات ہے، سینے میں قرآن عزیز ہے اس سے غیرت آنی چاہیے اور ہمیشہ گناہوں سے دور رہنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

③۹ ارشاد فرمایا: ابھی خیال آیا کہ نبی کریم ﷺ کی ایک دعا ہے: اَللّٰهُمَّ وَاٰقِبَتَكَ وَاٰقِبَتِ الْوَلَدِ تم لوگ بھی اس دعا کو اپنا معمول بنالو، پابندی سے پڑھتے رہنے کی عادت ڈال لو، مختصر دعا ہے مگر بہت ہی جامع ہے؛ اسی طرح چلتے پھرتے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَاٰقِبَتِيْ پڑھتے رہا کرو، یہ دعا مَنجیات میں سے ہے اُس سے عمل کی سستی بھی دور ہوتی ہے، ہمت اور چستی میں اضافہ ہوتا ہے۔

④۰ ارشاد فرمایا: میرے ایک عزیز تھے، انہوں نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا پڑھا کروں؟ میں نے ان کو بتلایا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَاٰقِبَتِيْ کا معمول بنالو، انہوں نے اس کا معمول بنالیا، وہ بہت بیمار تھے، کافی عرصے کے بعد جب میں ان کی عیادت کے لئے گیا تو انہوں نے کہا کہ آپ نے جو دعا بتلائی تھی اسی کا معمول ہے، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَاٰقِبَتِيْ چنانچہ یہی دعا کرتے ہوئے وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

④۱ ارشاد فرمایا: یہاں مدرسے کے قیام میں بار بار سوچتے رہو کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں؟ میرے آنے کا مقصد یہ ہے کہ ”اللہ راضی ہو جائے“ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہی اصل مقصد ہے، قرآن عزیز میں جگہ جگہ اِتَّقُوا اللّٰهَ فرمایا گیا ہے، اِتَّقُوا اللّٰهَ کا مفہوم ہے اللہ

سے ڈرو، گناہوں سے بچو، لہذا گناہوں سے بچنے کا بہت اہتمام رکھو۔

(۴۲) ارشاد فرمایا: ایک ایک حدیث کو مضبوطی سے تھام لو، علم ہو مگر عمل نہ ہو تو یہ تضاد ہے، حضرت والا شاہ ہر دوئی رحمہ اللہ فرماتے تھے: علم دین کا حصول کبھی نام کے لئے ہوتا ہے (کہ شہرت ہوگی وغیرہ) یا کام کے لئے ہوتا ہے (کہ جیسے جیسے معلومات بڑھتی جائیں گی عمل درست کرتے جائیں گے) یا دام کے لئے ہوتا ہے (کہ تنخواہ ملے گی، ہدیئے تحفے ملیں گے وغیرہ) حضرت فرماتے تھے نہ نام کے لئے علم کا حصول ہو نہ دام کے لئے، صرف کام کے لیے ہونا چاہیے، یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں۔

(۴۳) ارشاد فرمایا: فرض نماز سے قبل سنتیں ہیں اور بعد میں بھی ہیں، پہلی والی سنتوں سے استحضار نماز کا فائدہ ہوتا ہے، بعد والی سنتوں سے فرض کی کمی کو تاہی کی تکمیل ہو جاتی ہے؛ آج کل لوگ اکثر کہا کرتے ہیں کہ نماز میں جی نہیں لگتا، اس کے لئے میں بتلاتا ہوں کہ تکبیر تحریمہ سے قبل تھوڑی دیر خیال کر لو کہ میں کس کی نماز پڑھ رہا ہوں، کس لئے پڑھ رہا ہوں؟ اللہ راضی ہو جائیں، اللہ کی رضا کے لیے ہر عمل ہونا چاہئے، نماز بھی اس کی رضا کے لئے پڑھنا ہے، تو اس مقصد کو خوب اچھی طرح دل میں جما کر نماز شروع کرو، پھر دیکھو کیسے جی لگے گا؛ نفس و سو سے ڈالتا ہے تو آسان علاج یہ ہے کہ اس سے کہہ دو کہ تو اپنا کام کر میں اپنا کام کروں گا، پھر ادھر دھیان نہ دو، تلاوت غور سے سنو، دھیان اذکار و ارکان نماز کی طرف رکھو، دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھو۔

(۴۴) ارشاد فرمایا: خشوع کا تعلق قلب سے ہے، خضوع کا ظاہری اعضاء سے، تمام ارکان سنت کے مطابق ادا کرو اور دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب اور اسی کی طرف دھیان رکھو تو خشوع و خضوع حاصل ہو گیا، نماز کے بعد استغفار کر لو کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے مقابلے میں ہم کیا عبادت کر سکتے ہیں؟ حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد استغفار

کرتے تھے، نبی سے کامل نماز کسی کی نہیں، کس کی نماز رسول اللہ ﷺ کی نماز سے کامل ہو سکتی ہے؟ پھر کامل ترین نماز پڑھ کر بھی استغفار کر رہے ہیں، یہ تواضع اور عبدیت ہی بندہ کا اصل کمال ہے۔

④۵ ارشاد فرمایا: چند باتوں کا اہتمام بہت ضروری ہے؛ فرائض کا اہتمام کرو، حرام سے اجتناب کرو، اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کرو، جس قدر ہو سکے نیکیاں کرو، ہر گناہ سے بچنے کی کوشش کرو، گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے، نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، آج امت مسلمہ پر جو مصائب آرہے ہیں وہ گناہوں سے اجتناب نہ کرنے کی وجہ سے ہے، یہ جسمانی نعمتیں یہ اعضاء و جوارح سب اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں، ان کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے، ان کا صحیح استعمال کرنا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والے کاموں میں ان کا استعمال نہ کرنا بہت ضروری ہے، اگر ان اعضاء کی حفاظت نہیں کریں گے تو نقصان اٹھائیں گے، خاص طور سے آنکھوں کی کانوں کی اور زبان کی خوب حفاظت کرو، ان اعضاء سے سرزد ہونے والے گناہوں سے اہتمام سے بچو، آج کل ان اعضاء کے گناہوں میں عام ابتلاء ہے۔

④۶ ارشاد فرمایا: ہر وقت کے اور ہر حال کے احکام جدا ہوتے ہیں، حضرت والا ہر دوئی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ”حال بدلا حکم بدلا“ مثلاً دیکھو پانی پینے سے پہلے پاک اور حلال ہے، پینے کے بعد جب پیشاب بن کر نکلا تو وہی پانی اب ناپاک ہے، اس کا نام بھی پانی نہیں رہا پیشاب ہو گیا، ایک ایک قطرہ ناپاک ہے، سیر دو سیر دودھ میں ایک قطرہ بھی گر جائے گا سب کو ناپاک کر دے گا، تو دیکھو حال کے ساتھ حکم بھی بدلا کہ نہیں؟ اس لئے ہر موقع کا حکم معلوم کر کے اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے، اسی طرح لہجہ بدلتا ہے تو بھی معنی بدل جاتے ہیں، ایک ہی لفظ کسی لہجے میں کوئی معنی دیتا ہے کسی لہجے میں کوئی، مثلاً عام گفتگو کے لہجے میں کوئی پوچھے ”کیا کہا؟“ تو اس کے معنی ہوں گے جو بات کہی تھی دوبارہ کہو، اور اگر غصے کے تیور میں

یہی سوال کیا تو اس کا معنی ہوں گے تم نے بہت غلط بات کہی۔^۱

(۴۷) ارشاد فرمایا: ہر مومن کی امتیازی شان امر بالمعروف نہی عن المنکر ہے، اچھی باتوں کی ایک دوسرے کو ترغیب و تلقین کرتے رہنا چاہئے، اسی کے ساتھ بری باتوں سے روکنے کا کام بھی ہونا چاہئے، یہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے؛ جب تک یہ کام ہوتا رہے گا اُمت میں خیر باقی رہے گا۔

(۴۸) ارشاد فرمایا: چوبیس گھنٹے محاسبہ کرتے رہو کہ کوئی گناہ تو نہیں ہو رہا ہے، اگر کوئی گناہ ہو رہا ہے تو اس کے ازالہ و علاج کی فکر کرو، اس کے لئے کسی کو اپنا مصلح بناؤ، پھر اس کو حالات کی اطلاع دیتے رہو، پوچھ پوچھ کر اپنی اصلاح کرو، اہل اللہ ایسی تدبیریں بتلائیں گے کہ ان تدبیروں سے گناہ آسانی سے چھوٹ جائیں گے؛ آج کل بیعت تو ہو جاتے ہیں مگر حالات کی اطلاع نہیں کرتے، پھر کیسے نفع ہوگا؟۔

(۴۹) ارشاد فرمایا: اپنے نفس اور اخلاق کی اصلاح کی بہت فکر رکھنی چاہئے، اپنے نفس کا محاسبہ ہر وقت کرتے رہو، اصلاح اصل ہے، اجازت (و خلافت) کافی نہیں ہے، اجازت کا مطلب تو بس یہ ہوتا ہے کہ میری معلومات میں یہ شخص اس لائق ہے کہ دوسرے کو نفع پہنچائے، لیکن کیا ڈاکٹر بیمار نہیں ہوتا؟ ڈاکٹر بھی تو بیمار ہو جاتا ہے، اس لئے اطلاع حالات کا اہتمام ہونا چاہئے، حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب کیمیل پوری کتنے بڑے عالم تھے مگر حضرت حکیم الامت تھانویؒ کو جب بھی خط لکھتے تھے تو اس میں ہمیشہ اپنی کمی کوتاہی ہی لکھتے تھے، ان کو اسی کی فکر لگی ہوتی تھی۔

(۵۰) ارشاد فرمایا: جگر مراد آبادی نے ایک مرتبہ خواجہ صاحبؒ سے کہا کہ مجھے حضرت حکیم الامت سے ملنے کی بہت بہت خواہش ہے مگر مجھے شراب پینے کی عادت ہے، اس لئے

۱۔ صاحب ملفوظات مدظلہ نے اس کے علاوہ کوئی مثال دی تھی جو مجھے محفوظ نہیں رہی، یہ مثال جو میں نے لکھی ہے وہ حضرت حکیم اختر صاحبؒ کی دی ہوئی ہے۔

میں ملاقات کے لئے حاضر ہو نہیں سکتا؛ خواجہ صاحبؒ نے اس کا ذکر حضرت کے سامنے کیا، حضرت نے پوچھا آپ نے کیا جواب دیا؟ خواجہ صاحب نے فرمایا: میں نے تائید کی کہ اس حال میں کیسے مل سکتے ہیں؟ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا: میں آپ کو سمجھ دار آدمی سمجھتا تھا، کیا ہمارے ہاں صرف نیک لوگ ہی آسکتے ہیں، گنہگار کیوں نہیں آسکتے؟ حضرت حکیم الامتؒ کا یہ جواب جب جگر صاحب کو معلوم ہوا تو بہت متاثر ہوئے، اتنی عقیدت ہوئی کہ یہ طے کر لیا کہ حضرت سے ملاقات بھی کروں گا اور شراب چھوڑ کے کروں گا، چنانچہ پھر انہوں نے شراب چھوڑ دی، اگرچہ صحت متاثر ہوئی مگر اپنی توبہ میں کامیاب رہے، اس سے معلوم ہوا کہ آدمی پختہ ارادہ کرے تو بڑے سے بڑا گناہ چھوڑ سکتا ہے۔

(۵۱) ارشاد فرمایا: آج کل لوگ اپنے تعارف میں کہتے ہیں کہ میں فلاں کا خلیفہ ہوں، فلاں سے خلافت ہے وغیرہ، اپنے منہ سے اپنی تعریف! غیرت آنی چاہئے، یہ آج کل کا ام الامراض ہے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو اپنے خلفاء و متعلقین کو مرید اور خلیفہ بھی نہیں کہتے تھے، کسی سے تعارف کرانا ہوتا تو فرماتے ”میرے احباب ہیں“۔

(۵۲) ارشاد فرمایا: اپنا تعلق کسی اللہ والے سے قائم کر لو، اس کے بغیر صحیح معنوں میں نفع نہیں ہوتا، ان کے پاس سچی طلب لے کر جاؤ، بعض لوگ شیخ سے بھی ناراض ہو جاتے ہیں، یہ طلب اور تعلق کی کمی کی علامت ہے، بزرگوں کے پاس صدق طلب لے کر جایا کرو کہ ان کی زیارت کروں گا، ان کی باتیں سنوں گا، اس کے علاوہ کوئی نیت نہ ہو۔

(۵۳) ارشاد فرمایا: میں حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ کے پاس جاتا تھا، حضرت پر تاب گڑھی کے پاس جاتا تھا، ہمیشہ انہی کی ملاقات اور استفادہ کی نیت کرتا تھا، میں نے ہردوئی اور الہ آباد کے راستے بھی نہیں دیکھے، (وہاں پہونچ کر بھی) ان کے علاوہ کسی اور سے ملنے بھی نہیں گیا، ہردوئی حاضری بس حضرت ہی کے لئے ہوتی تھی، انہی کو دیکھنے جاتا تھا، شیخ کے علاوہ کوئی مقصود نہیں ہوتا تھا، حتیٰ کہ راستوں میں بھی کچھ نہیں دیکھتا تھا۔

۵۴) ارشاد فرمایا: نماز جی لگا کر پڑھو، وضو جس قدر کامل ہوگا نماز اتنی کامل ہوگی، وضو شرائط نماز میں سے ہے اور شرائط فرائض کی بنیاد ہیں، اسی طرح اگر ذکر میں مصروف رہو گے تو وساوس سے محفوظ رہو گے، اس لئے ہر وقت ذکر میں لگے رہو۔

۵۵) ارشاد فرمایا: اذان و اقامت، نماز و تلاوت سنت کے مطابق ہونا چاہئے، یہ بھی سیکھنا چاہئے، سیکھنے سے ہر کام آتا ہے، حضرت ہر دوئی رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور کے قیام میں جامع مسجد جا کر تلاوت سیکھتے تھے، ۹ سال میں ۱۱ پارے حضرت قاری عبدالحق صاحب کو سنائے تھے۔

۵۶) ارشاد فرمایا: مظاہر علوم سہارنپور کے ناظم مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے جو عالم حافظ نہیں وہ آدھا عالم ہے اور جو حافظ عالم نہیں وہ آدھا حافظ ہے؛ شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے والد نے حافظ بننے کے بعد انہیں روزانہ ایک ختم کا پابند کیا تھا، ۶ ماہ تک روزانہ ایک ختم کیا کرتے تھے، یعنی روزانہ مکمل قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔

۵۷) ارشاد فرمایا: گناہ سے بچو، سنتوں پر چلو، تمام سلاسل اربعہ کی تعلیمات کا خلاصہ یہی ہے، ہر مجاہدہ سے مقصود یہی ہے؛ نیز روزانہ کچھ ذکر بھی کر لیا کرے، ذکر جہری ہو یا سری! بس ذکر مقصود ہے، اس کا اہتمام کرو، اسی طرح شیخ کے اتباع کا بھی اہتمام کرو۔

۵۸) ارشاد فرمایا: اہل حق کو آپس میں اتفاق و اتحاد سے رہنا چاہئے، آج کل تو ایک شیخ کے منسلکین و مریدین بھی آپس میں اختلاف کر رہے ہیں جو بہت افسوس کی بات ہے، آپس میں اتحاد اور خلوص و محبت سے رہنا اسلام کی تعلیمات میں شامل ہے۔

۵۹) ارشاد فرمایا: اولاد کی تربیت میں بھی ماں باپ کو چاہئے کہ عنوان اچھا اختیار کریں، اچھے عنوان اور اچھے انداز سے نصیحت کرنے کا اثر بہت ہوتا ہے، آج کل اولاد کی تربیت میں بہت کوتاہی کی جا رہی ہے اس کا نتیجہ جو نکل رہا ہے وہ آنکھوں کے سامنے ہے۔

﴿۶۰﴾ ارشاد فرمایا: میں عرض کرتا ہوں کہ مشائخ کے ہاں تکلف نہیں کرنا چاہئے، اگر وہ کچھ دیں تو فوراً لے لو، اس پر ان کی نظر پڑی ہوئی ہوتی ہے، اس سے اس میں برکت آ جاتی ہے، نسبت منتقل ہو جاتی ہے، ولی کامل بننا چاہتے ہو تو سراپا اطاعت و محبت بن جاؤ؛ ایک بزرگ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رکھی تھی کہ جو میرے گھر سے کچھ بھی کھالے اسے محروم نہ فرمائیے، اپنی محبت و قبولیت عطا فرمادیجئے، گھر والوں سے بھی کہہ رکھا تھا کہ جو مجھ سے ملنے آئے اسے کچھ نہ کچھ کھلا دینا، اس کا راز یہ تھا، آج کل لوگ ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں، غیر مقلدین کو عقل نہیں ہے۔

﴿۶۱﴾ ارشاد فرمایا: حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی خود تو عالم نہ تھے مگر عالم گر تھے، دوسروں کو حقیقی عالم بناتے تھے، جیسے ایک شخص مٹھائیوں کے نام رنگ وغیرہ تو خوب جانتا ہے مگر مزہ چکھا ہوا نہیں ہے، ایک شخص مٹھائیوں کے نام اور خواص تو نہیں جانتا مگر سب کا ذائقہ چکھا ہوا ہے، یہ مثال ہے علماء ظاہر اور شیخ کامل کی۔

دارالعلوم میں تحفظ سنت کے مشاورتی اجلاس سے فارغ ہونے کے بعد علی الصباح علی گڑھ کیلئے روانگی عمل میں آئی، حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب مدظلہ سے حاضری کی اجازت پہلے ہی حاصل کر لی تھی، صبح کی نماز خادم الاسلام ہاپوڑ کی مسجد میں ادا کر کے ۹ بجے علی گڑھ پہنچ گئے، حضرت کے خادم عزیز مولوی عبدالمقسط سلمہ نے چاء پلائی اور بست لایا کہ تھوڑی دیر میں ناشتے کا انتظام ہوگا اور ناشتے ہی پر حضرت سے ملاقات ہو جائے گی۔ ساڑھے نو بجے دسترخوان لگا اور حضرت حجرہ سے باہر آئے ملاقات ہوئی، بہت ہی شفقت و محبت سے معاف فرمایا، چند اور مہمان تھے جو پہلے سے مقیم تھے، گرم گرم پوری، آلو کی سبزی، آملیٹ، بریڈ مکھن، ناشتے میں شامل تھے۔

حضرت نے ناشتے کے دوران دیگر مہمانوں کا مجھ سے اور میرا ان سے تعارف کروایا، مجھے وسوسہ بھی کبھی نہ آیا کہ حضرت کو اپنی شُدُبدِ جودِ نبی خدمات چل رہی ہیں ان کا تفصیلی علم ہوگا، حضرت نے مدرسے کا، لکھنے پڑھنے کی مشغولیت کا، اور فرق باطلہ سے متعلق جن خدمات کا موقع ملا تھا ان کتابوں کا تذکرہ بھی تعارف میں فرمایا، جس سے ان کی باخبری و آگہی کا اندازہ ہوا۔

۶۲) ارشاد فرمایا: تحفظِ سنت کا نفرنس سے متعلق اس عاجز سے پوچھا اور خود ہی فرمایا: تقابل و تقاضل اور اہانت و تنقیص کے بغیر اپنی بات پھیلائی جاتی رہے اس سے کام ہوگا اور انشاء اللہ نفع ہوگا۔

۶۳) ارشاد فرمایا: ناشتے کے بعد چاء آئی تو میں نے چاء کی پیالی اپنی پلیٹ میں رکھ لی، فرمایا: پلیٹ سے علاحدہ رکھو پلیٹ کی چکنائی لگ جاتی ہے۔ (ظاہر ہے کہ اس سے چاء میں سالن کی مہک شامل ہو کر تندر کا سبب بن جاتی ہے، یہ غایتِ سلیقہ کی بات ہے۔)

میں نے مولانا یحییٰ نعمانی صاحب کی کتاب ”تقلید اور مسلکی اختلاف کی حقیقت“ جو مجلسِ علمیہ آندھرا پردیش سے شائع ہوئی تھی پیش خدمت کی تو قبول فرما کر اپنے خادم کو سرہانے رکھ دینے کے لئے حوالہ کیا، پھر

۶۴) ارشاد فرمایا: دیکھو کتابیں خواہ کتنی ہی لکھ دی جائیں کافی نہیں ہیں، عام مسلمانوں کو ان کے فہم کے مطابق تفہیم کی ضرورت ہے، مختصر مضامین اور عام فہم بات بہت مفید ہوتی ہے، مناظرہ و مباحثہ کا تو کوئی فائدہ ہی نہیں، خود حضرت مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ نے بھی اخیر میں یہی تاثر ظاہر فرمایا تھا۔

میں نے حضرت محی السنہؒ سے متعلق اپنا لکھا ہوا ایک مضمون ملا حظے کیلئے پیش کیا تو فرمایا: یہاں رکھ کر جائیں، بعد میں دیکھوں گا، پھر

۶۵) ارشاد فرمایا: بزرگوں کی سوانح عمریاں پہلے تو اس لئے لکھی جاتی تھیں کہ ان کے احوال و سیرت کو نکھارا اور دکھایا جائے لیکن ادھر میں دیکھ رہا ہوں کہ عام طور سے جو بزرگوں کے تذکرے اور سوانح لکھے جا رہے ہیں تو ان میں لکھنے والے اپنے تعلق اپنی شان و مقام کو واضح کرنے کی زیادہ فکر کرتے ہیں کہ میرا ایسا تعلق تھا اور میرا یوں اکرام فرماتے تھے اور خصوصی معاملہ ہوتا تھا وغیرہ یعنی زیادہ زور تو اپنے کو نمایاں کرنے پر دکھائی دیتا ہے، حضرت والا کے سلسلہ میں بھی بعض ایسے مضامین نظر سے گذرے، افسوس ہوتا ہے سوانح عمریوں میں ان کی شخصیت کو نمایاں کرنا چاہیے، جن کا تذکرہ کیا جا رہا ہے ان کی صفات و کمالات کو امت کے سامنے لانا چاہیے تاکہ چھوٹوں کو ان سے سبق لینے اور اپنے اخلاق سنوارنے میں مدد ملے۔

۶۶) ارشاد فرمایا: اخلاص کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بہت تاکید سے فرمایا: دیکھو بیٹا! ہر کام اخلاص سے کیا کرو، حضرت والا (حضرت عی النہ) فرمایا کرتے تھے، اخلاص کے بغیر کوئی عمل معتبر نہیں ہے اور مثال دیتے تھے کہ جو کام تم کر رہے ہو کوئی اور بھی کرنے لگے تو تمہیں غم ہوتا ہے یا خوشی؟ خوشی ہوتی ہے تو یہ اخلاص ہے، کیوں کہ دین کا کام مقصود تھا وہ مزید ہونے لگے تو مخلص کا دل خوش ہوتا ہے۔

۶۷) ارشاد فرمایا: مدرسہ کی خیر خیریت دریافت کی، حاضرین سے فرمایا: ان کا بڑا مدرسہ ہے کافی طلبہ پڑھتے ہیں، مجھ سے فرمایا: طلبہ سے گفتگو کا جب موقع ملے تو ان سے کہیں کہ علم کا مقصد تقوی اللہ ہے، تقوی کا عام فہم موٹا موٹا مفہوم یہ بتلا دو کہ تقوی نام ہے اللہ سے ڈرنے اور گناہوں سے بچنے کا، طلبہ سے کہو کہ علم کے حصول کے ساتھ گناہوں سے بچنے کا بہت اہتمام کریں، اور گناہوں سے بچنے کی ہمت و توفیق ملتی ہے اہل اللہ کی صحبت سے، اتقوا کے بعد کو نوا مع الصادقین ہے، اس کی مدرسہ میں طلبہ کو یاد دہانی کراؤ اور بار بار بتلاتے رہو۔

۶۸) ارشاد فرمایا: خدام دین اور اہل مدارس کے درمیان مناقشات کے حوالہ سے فرمایا

اس قسم کے واقعات جن علماء کے بھی سامنے آتے ہیں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے علم تو حاصل کیا مگر اہل اللہ کی صحبت نہیں پائی، کوئی ان کا بڑا نہیں، خود رائی سے کام کرتے ہیں، یہ سب حالات اسی کا نتیجہ ہوتے ہیں، بزرگوں نے ہمیشہ اپنے کو کسی کا پابند رکھا ہے، حضرت والاؒ خود اتنے بڑے مقام پر تھے مگر انہوں نے کبھی اپنے کو شیخ سے مستغنی نہیں سمجھا، حضرت حکیم الامتؒ کے بعد سے آخر تک ہمیشہ کسی نہ کسی سے وابستہ رہے۔ مدارس میں بھی جو حالات ہو رہے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ اساتذہ عام طور سے غیر تربیت یافتہ ہوتے ہیں، اسی لئے حضرت والاؒ نے اشرف المدارس میں تقرر کیلئے اس کو شرائط میں رکھا کہ کسی شیخ سے اصلاحی تعلق ہونا چاہیے۔

۶۹) ارشاد فرمایا: کسی مرحلے پر آدمی اپنے کو اصلاح کی ضرورت سے مستغنی نہ سمجھے، حضرت والاؒ اگرچہ حضرت حکیم الامتؒ کے خلیفہ تھے، خود ایک مقبول و محبوب شیخ بن گئے تھے، مگر آخر تک کسی نہ کسی کو اپنا بڑا بنائے رکھے، حضرت تھانویؒ نے جب اپنے خلفاء کو ہدایت دی تھی کہ آپس میں کسی کو اپنا شیخ بنالیں اور اس کی اطلاع مجھے کریں تو حضرت والاؒ نے اپنے لئے خواجہ صاحب کو منتخب کر لینے کی اطلاع دی، اس پر حضرت حکیم الامتؒ نے جواب لکھا ”لا جواب انتخاب ہے“ بعد میں بھی حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالرحمن کیمل پوریؒ، حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ، حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کو اور آخر میں حضرت شاہ پرتاب گڑھیؒ کو اپنا بڑا مانتے رہے۔

۷۰) ارشاد فرمایا: ایک عبرت و نصیحت کا واقعہ سناتے ہوئے فرمایا: کہ حضرت والاؒ خود ایک عالم اور شیخ طریقت ہونے کے باوجود ایک دن ایسا ہوا کہ کسی بات پر حضرت مفتی محمود صاحبؒ تنہائی میں ان کو بلا کر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں یہاں نہیں رہوں گا، حضرت والاؒ نے رو کر معذرت کی، پھر بھی حضرت مفتی صاحب چلے گئے تو حضرت والاؒ نے نائب صاحب سے فرمایا میرا بستر باندھ دیجئے، میں بھی جا رہا ہوں چنانچہ اپنا بستر لیکر اسٹیشن پہنچ گئے کہ اگر

آپ خفا ہو کر چلے جائیں گے تو میں بھی ساتھ جاؤں گا، یہ کیفیت دیکھ کر حضرت مفتی صاحب واپسی کے لئے راضی ہو گئے، اس طرح اپنے استاذ کو واپس مدرسہ لے کر آئے، یہ کوئی معمولی بات ہے؟ کس قدر عجز و تواضع کی بات تھی، آج ہمیں سبق سیکھنے کی ضرورت ہے۔

④۱ ارشاد فرمایا: بعض لوگوں کی مالی بے دیانتی اور خیانت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: آج کل لوگ دین کے نام پر دین کو بدنام کر رہے ہیں چندہ میں جائز ناجائز کا کچھ خیال نہیں ہے، دوسرے مدرسوں کی یا فرضی ناموں کی رسیدیں چھاپ کر چندہ وصول کر رہے ہیں، ایک صاحب پریس میں پہونچ کر اشرف المدارس ہردوئی کی رسید چھپوانا چاہتے تھے، اتفاق سے پریس کے ذمے دار مدرسہ سے واقف تھے اور انہیں معلوم تھا کہ یہاں آج تک رسید نہیں چھپی، چندہ کا نظام ہی نہیں ہے، انہوں نے ربط کر کے اطلاع دی۔ یہ حرکتیں ہو رہی ہیں، ایک صاحب نے چندہ کے پیسے سے اپنا مکان بنالیا، بعض لوگوں کے پوچھنے پر جواب دیتے ہیں کہ دینے والے نے مناسب جگہ لگانے کا اختیار دیا تھا، یہ حال ہو رہا ہے، ذرا اپنے اکابر کا طریقہ دیکھو کس قدر محتاط تھے اور کیسا خوفِ خدا تھا۔

④۲ ارشاد فرمایا: طلبہ کے سلسلہ میں فرمایا: آج کل طلبہ کے پاس قیمتی گھڑیاں ہیں موبائل فون ہیں اور مدرسہ سے امداد بھی لیتے ہیں، انہیں غور کرنا چاہیے، جب تک امداد کے مستحق نہ ہوں مدرسہ سے امداد نہ لیں، اس سے علم میں برکت نہیں ہوتی اور موبائیل تو طلبہ رکھے ہی نہیں، اس سے آج کل بہت نقصان ہو رہا ہے، اخلاق خراب ہو رہے ہیں، وقت کا ضیاع ہے، طلبہ کو بار بار تاکید کی جائے فہمائش کی جائے۔ اسی طرح طلبہ کو تاکید کی جاتی رہے کہ وہ ضرورت سے زیادہ مدرسہ کی روشنی کا استعمال نہ کریں، ضرورت ختم ہونے کے بعد بجلی گل کر دیں، اسی طرح پانی کے استعمال میں اسراف سے بچیں، سمندر پر بھی وضو کر رہے ہوں تو پانی میں اسراف کی اجازت نہیں دی گئی تو مدرسہ کے پانی کا بے ضرورت ضیاع کیسے درست ہو سکتا ہے؟

۴۳) ارشاد فرمایا: مسلمانوں کے اردو زبان سے دوری کے حوالے سے فرمایا: مسلمانوں کے غلبے کے زمانے میں جب فارسی زبان رائج ہو گئی تھی، وہی پڑھی لکھی جاتی تھی تو غیر مسلموں نے نوکریاں حاصل کرنے کے لئے خود فارسی پڑھی مگر اپنے گھر کی عورتوں کو نہیں سکھائی، ان کو خاندانی اور مادری زبان سکھاتے تھے، ان کی گود میں مذہبی کتائیں لاکر ڈال دیتے تھے، تاکہ اپنی زبان اور اپنی تہذیب ضائع نہ ہو جائے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی زبان ان کی نسلوں میں محفوظ اور منتقل ہوتی رہی، یاد رکھو: زبان، مانگنے سے نہیں ملتی، زبان اپنانے اور اختیار کر لینے سے ملتی ہے۔

۴۴) ارشاد فرمایا: پونے گیارہ بجے فرمایا: اب مطب کا وقت ہو رہا ہے، اس وقت ناشتے میں اور عصر بعد تھوڑا سا وقت مل جاتا ہے ملاقات کا، نظام بنا ہوا ہے۔ اب جاسکتے ہو، دیکھو! جب بھی سفر کرنا ہو دو رکعت نفل نماز پڑھ کے اور دعا کر کے سفر میں نکلا کرو، اس کا اہتمام رکھو، پھر مصافحہ کر کے رخصت فرما دیا۔

۴۵) ارشاد فرمایا: تین باتوں کا اہتمام کرو، خود عمل کرو اور اپنے حلقے میں پہنچاؤ!

۱۔ ذکر کی کثرت ۲۔ اجتناب معصیت ۳۔ فکر آخرت

بس! یہ چھوٹی چھوٹی تین باتیں ہیں، آج کل ہر جگہ سنارہا ہوں، پورے سفر میں یہ تین باتیں میں نے ہر جگہ بتائیں۔

